"ہندوستان میں علوم حدیث کی تالیفات"

از

(مولانا ابوسلمہ شفیع احمد البہاری استاذ مدرسہ عالیہ کلکتہ)

مولانا المحترم جناب سید سلیمان صاحب ندوی نے ہند میں علمِ حدیث پر مقالات کا ایک سلسلہ لکھا جو معارف کی کئی اشاعتوں میں شائع ہوا، اس سلسلے میں جناب ممدوح نے حضرت ابوحفص رحمۃ اللہ علیہ سے لے کر موجودہ زمانہ تک کے ہندوستانی محدثین کا تذکرہ بسط کے ساتھ فرمایا ہے[۱]۔

لیکن زمین اتنی سنگلاخ تھی کہ مولانا جو ایک ایک دانہ کو چُن چُن کر خرمن بنانے کے عادی ہیں عاجز آگئے اور یہ اعتراف کرنا پڑا کہ

کئی سال ہوئے جب میں نے ہندوستان میں علمِ حدیث، کا سلسلہ لکھنا شروع کیا تو بکھرے ہوئے معلومات کو اکٹھا کرنے اور الجھے ہوئے بیانات کو سلجھانے میں وہ زحمت اٹھانی پڑ گئی کہ آخر اس کو ناتمام چھوڑنا پڑا[۲]۔

پھر بھی جو کچھ اور جتنا کچھ لکھا گیا وہ بہت قیمتی تھا، مگر مولانا نے اپنے اس مضمون میں تصانیف و تالیف کا ذکر نہیں کیا جس سے یہ معلوم ہو سکے کہ ہندوستان کے مسلمانوں نے بھی اپنی بضاعت اور اپنے ماحول کے مطابق حصہ لیا یا نہیں؟ اس لئے جناب ڈاکٹر زبید احمد صاحب الہ آباد یونیورسٹی نے علوم حدیث پر ہندوستان کی عربی تالیفات" کے عنوان سے ایک مقالہ سپرد قلم فرمایا اور یہ فیصلہ دیا کہ ہندوستان کی جغرافی و سیاسی دشواریوں اور دقتوں کو دیکھتے ہوئے کہا جا سکتا ہے کہ اس خدمت سے کماینبغی عہدہ برآ ہوئے"۔

---

[۱] معارف نمبر۶ ج ۵۰۔ ڈاکٹر زبید احمد صاحب [۲] مقدمہ تراجم علمائے حدیث ہند۔

ڈاکٹر صاحب نے اپنے اس مضمون میں عہد غزنوی سے لے کر ۱۸۵۷ء تک کے غدر تک کے پہلے ان پینتالیس چھیالیس مصنفین و مؤلفین کے اسماء گرامی جمع کئے جنہوں نے عربی زبان میں علم حدیث کے متعلق کوئی نہ کوئی کتاب تصنیف یا تالیف کی اور اس فہرست سے نواب صدیق حسن خاں اور مولانا عبد الحلیم فرنگی محلی وغیرہ اور ان کے معاصرین کو خارج کیا اور یہ فرمایا کہ

ان مصنفین کی ستر تصانیف ایسی ہیں جن میں سے کچھ تو چھپ چکی اور بقیہ ہاتھ کی لکھی ہوئی مختلف کتب خانوں میں موجود ہیں۔

اور پھر

ان ستر کتابوں میں سے بائیس کتابیں خاص طور پر قابل ذکر ہیں

اس لئے ڈاکٹر صاحب نے انھی بائیس کتابوں کا ذکر کیا اور اس کی فہرست یہ دی۔

(۱) چھ[1] کتابیں تو صحاح ستہ اور دیگر کتب حدیث کی شروح و حواشی ہیں۔

(۲) تین تالیفات ایسی ہیں جن میں حدیث کے سابق مجموعوں کو نئی ترتیب سے مرتب کیا گیا ہے۔

(۳) ایک کتاب لغت حدیث پر ہے۔

(۴) ایک کتاب اربعین یعنی رسالہ چہل حدیث ہے

(۵) دو ایسے رسالہ ہیں جن میں ایک خاص جدید نقطۂ خیال سے حدیثوں کو جمع کیا گیا ہے

(۶) تین ایسی کتابیں ہیں جن میں خاص خاص مسائل و مباحث کے متعلق حدیثیں جمع کی گئی ہیں

---

[1] لمعات[1]، حاشیہ صحیح[2] البخاری للسندی، مسوی، شرح تراجم ابواب[4] بخاری، محلی شرح[5] موطا۔ المواہب[6] اللطیف فی شرح مسند الامام ابی حنیفہ، (۲) مشارق[1] الانوار، کنز[2] العمال، مسند[3] امام اعظم مرتبہ عابد سندھی (۳) مجمع بحار الانوار (۴) اربعین للشاہ ولی اللہ الدہلوی (۵) الدر[1] الثمین فی مبشرات النبی الامین للشاہ ولی اللہ دہلوی، کتاب[2] النوادر من الحدیث لہ ایضا (۶) تلخیص[1] البیان فی علامات مہدی آخر الزمان للشیخ علی متقی، ماثبت بالسنۃ فی السنہ للشیخ عبد الحق محدث الدہلوی تحقیق الاشارۃ الی تعمیم البشارۃ (۷) حجۃ اللہ البالغہ (۸) الفیض النبوی فی اصول الحدیث و فہارس البخاری لمحمد عارف ٹھٹی (۹) در السحابۃ[1] للصغانی اسماء[2] رجال، مشکوٰۃ [illegible] للشیخ الدہلوی (۱۰) الموضوعات[1] من الحدیث للصغانی تذکرۃ الموضوعات لمحمد طاہر پٹنی۔

(۷) ایک تصنیف ایسی ہے جس میں اسرار حدیث کا انکشاف کیا گیا ہے۔

(۸) ایک تالیف اصول حدیث پر ہے۔

(۹) دو رسالے اسماء الرجال کے متعلق ہیں۔

(۱۰) دو رسالے موضوع حدیثوں پر ہیں کل ۲۲

پھر سلسلہ شاہ ولی اللہ کی خدمت حدیث، کے عنوان سے مولانا ظفر احمد صاحب عثمانی نے اپنا ایک گراں قدر مقالہ اورینٹیل کانفرنس بنارس کے شعبۂ اسلامیات میں پڑھ کر سنایا جس کا موضوع امام الہند شاہ ولی اللہ دہلویؒ اور ان کے تلامذہ کی خدمتِ حدیث ہے، یہ مقالہ اگرچہ رجال و اشخاص سے بحث کرتا ہے پھر بھی بہت سی قابل قدر تصانیف کا احاطہ کئے ہوئے ہے، (اور وہ اس وقت مرے پیش نظر ہے)

اس کے کچھ دنوں بعد جناب مولوی ابو یحییٰ امام خانصاحب نوشہروی کا ایک مضمون اسی موضوع پر معارف کے دو نمبروں میں (اکتوبر و نومبر ۱۹۴۵ء نمبر ۴ و ۵ ج ۵۶) آیا جس کے متعلق موصوف نے خود یہ دعوی کیا کہ مضمون ایک حیثیت سے گویا اس کا ڈاکٹر زبید احمد صاحب کے مضمون کا تکملہ ہے[1]

پر ڈاکٹر صاحب کا مضمون، اہم و بنیز عربی تالیفات یا تصنیفات تک محدود تھا مگر مولوی صاحب موصوف نے اس تحدید کو ختم کر کے عام کر دیا یعنی اس میں فارسی، اردو کی بھی ہر طرح کی تصانیف کو شمار کر لیا۔

اس طرح ان کے مضمون میں ۱۴۱[2] مؤلفات اور ۸۹ مؤلفین کا ذکر آگیا جو باعتبار فن

---

[1] معارف نمبر ۴ ج ۵۶ - [2] تفصیل انکی کے الفاظ میں ملاحظہ ہو (۱) اصول حدیث پر ۷ (۲) اسماء حدیث پر ۱۱ (۳) تخریجات پر ۶ (۴) رجال پر ۳ (۵) غریب الفاظ پر ۳ (۶) شروح بخاری ۱۰ (۷) شروح مسلم ۵ (۸) شرح ابوداؤد ۱ (۹) شرح نسائی ۱ (۱۰) شروح ترمذی ۲ (۱۱) شروح ابن ماجہ ۲ (۱۲) شروح مسند احمد ۱ (۱۳) شروح موطا مالک ۲ (۱۴) شروح مشکوۃ ۶ (۱۵) شرح بلوغ المرام ۱ (۱۶) کتب متفرق ۲۰ (۱۷) سیرۃ ۱۲ (۱۸) سیر و مناقب ۱۸ (۱۹) مدونات ۱۲ (۲۰) موضوعات ۲ (۲۱) اربعینات و شروح ۱۲ (۲۲) اوراد و وظائف ۳ = کل ۱۴۱ ؟؟

۲۲ [۱] اقسام پر منقسم ہیں مگر سند کی تحدید انھوں نے بھی قایم رکھی اور نواب صدیق حسن [۲] خاں وغیرہ کو نہیں چھیڑا۔

مندرجہ بالا فہرست سے اس غلط فہمی میں مبتلا نہ ہونا چاہئیے کہ ہندوستان کی حدیثی تصنیفات کا کل سرمایہ اسی قدر ہے۔ حاشا و کلا نہ کسی نے احاطہ کا دعوی کیا اور نہ عملاً ممکن ہے اس لئے اس سے استنباط بھی غلط،

---

[۱] یہ اس ہندوستان کی تصانیف ہیں جس کے متعلق برکس وناکس یہ اعلان کرتا پھرتا ہے کہ ہندوستان فن حدیث سے بالکل کورا تھا اور چند مخصوص کتب کے سوا سارے ذخیرہ احادیث سے بے خبر تھا یہاں تک کہ بڑے بڑے علماء و مشائخ بھی رطب و یابس، غث وسمین اور صحیح و موضوع میں تمیز نہ کر پاتے تھے اور اس سلسلہ میں اس مناظرہ کا ذکر کیا جاتا ہے جس میں سلطان الاولیاء رحمۃ اللہ علیہ نے سماع کے جواز کی سند میں یہ حدیث پیش کی کہ السماع مباح لاھلہ، اور بادشاہ یہ حدیث سن کر بہت متاثر ہوا" سبحانک ھذا بھتان عظیم صاحب سیر الاولیاء نے اس مناظرہ کی پوری تفصیل نقل کی ہے مگر کہیں اس فقرہ کا حوالہ نہیں دیا ہے اور اگر بالفرض اس کو تسلیم بھی کر لیا جائے جیسا کہ تاریخ فرشتہ نے نقل کیا ہے تو مخالفوں نے اس فقرہ کو محض ضد، ہٹ دھرمی حسد، شرارتِ نفس کی بنا پر حدیث کہہ کر مشہور کر دیا (نظام تعلیم و تربیت ج ۲ ص ۲۳۵)

[۲] نواب صاحب کے متعلق ایک عیسائی عالم نے اپنی کتاب اکتفاء القنوع بما ہو مطبوع میں یہ لکھ مارا کہ "نواب صاحب معمولی آدمی تھے مگر کسی صورت سے بھوپال پہنچے اور وہاں ملکہ سے شادی کر لی جب مال و دولت پر قبضہ ہو گیا تو اپنے یہاں علماء کو جمع کیا اور اطراف عالم میں لوگوں کو بھیج کر قلمی نسخے خریدے اور بڑا کتب خانہ جمع کیا اور علماء کو تالیف و تصنیف پر مجبور کیا پھر ان کی تصانیف کو اپنایا اور اپنے نام اسی طرف منسوب کیا اور صرف یہی نہیں کہ اپنے علماء کی تصانیف پر قبضہ کر لیتے تھے بلکہ متقدمین کی وہ کتابیں جس کا نسخہ دنیا میں صرف ایک ہی ہوتا تھا اس میں تغیر و تبدل اور کانٹ چھانٹ کر ٹائٹل پیج پر اپنا نام بڑے بڑے القاب کے ساتھ لکھ دیتے تھے اور شائع کرتے تھے۔

مولانا مناظر احسن صاحب گیلانی کو مندرجہ بالا خیالات پڑھ کر بڑا افسوس ہوا کہ اس نے نواب کا تذکرہ ایسے انداز میں کیا اور یہ فرمایا کہ

"اس میں شک نہیں کہ نواب صاحب مرحوم کے متعلق اس قسم کی باتیں ہندوستانی مولویوں میں بھی مشہور ہیں اور غالباً کسی ہندی مولوی ہی سے مصر کے اس عیسائی عالم کو اس کا سراغ ملا لیکن خود نواب

(بقیہ حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

ذیل میں چند کتب کا اور نام لیتے ہیں جو ان دونوں حضرات کی فہرست میں آنے سے رہ گئی ہیں۔

(۱) شرح شمائل ترمذی۔ مؤلفہ مولانا نور الحق صاحب م ۱۰۷۳ ابن الشیخ عبد الحق محدث دہلوی۔ اس کا قلمی نسخہ کتب خانہ رام پور میں ہے۔

(۲) سرور المحزون۔ شاہ ولی اللہ الدہلویؒ

(۳) اربعین۔ مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ

(۴) فتح الغفور۔ ملا حیات السندھی رح

(۵) رسالہ منع قراۃ خلف الامام مولانا خرم علی بلہوری م ۱۲۶۰ھ

(۶) شرح در السحابہ امام حسن صنعانی لاہوری م ۶۵۰

امام صنعانی رح نے در السحابہ فی بیان مواضع وفیات الصحابہ میں اپنی ایک مختصر کتاب اور اس کے ذیل کو جس میں صحابہ کے وفات کے مقامات کو بیان کیا تھا بہ ترتیب حروف ہجی یک جا کر دیا تھا اس میں تقریباً آٹھ سو صحابہ کے مقامات رحلت کا ذکر ہے پھر اس کی شرح لکھی اور یہی شرح فہرست میں آنے سے رہ گئی ہے متن یعنی اصل کتاب درۃ السحابہ کا ذکر ڈاکٹر صاحب کے مضمون میں ہے۔ مولانا رحمان علی صاحب لکھتے ہیں کہ

درۃ السحابہ و شرح درۃ السحابہ در علم حدیث (تذکرہ علمائے ہند ص ۴۹)

(۷) فی الضعفاء والمتروکین فی رواۃ الحدیث للصغانی رح

(۸) شرح اسماء الرجال للبخاری للشیخ عبد الحق محدث دہلوی رح

(۹) سلک الدرر۔ بضعت اسمال۔ در سیرۃ نبویہ علیہ الصلوٰۃ والتحیۃ۔ مؤلفہ محمد صدیق لاہوری م ۱۱۹۲ھ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) کے ملنے والوں سے جہاں تک میں نے سنا ہے عقیدتاً اور عملاً ان کی حالت جیسی کچھ ہو لیکن علم کی سب تعریف کرتے ہیں (نظام تعلیم ص ۱۳ ج ۲) کہنا یہ ہے کہ راقم الحروف ایسی توثیق کا قائل نہیں کیونکہ یہ بھی انھی باتوں میں سے ایک ہے جو ہندوستانی مولویوں میں مشہور ہیں۔

(۱۰) شرح اسمائے حسنیٰ   ملا مبین لکھنوی م ۱۲۲۵ھ

(۱۱) زینۃ النکات فی شرح المشکوٰۃ - سید محمد ابو المجد محبوب عالم م ۱۱۱۱ھ

(۱۲) مدارج الاخبار   خواجہ ارزانی محدث جونپوری م ۹۸۱ھ یہ حضرت مخدوم شیخ ارزانی کے لڑکے اور مرید تھے صاحب زہد و تقویٰ اور تمام علوم و فنون میں ماہر تھے اپنے زمانہ کے مشہور علمائے محدثین میں سے تھے احادیث مشارق کو جو بہ ترتیب حروف تہجی میں تھا حسب ترتیب مصابیح الانوار تالیف کرکے اس کا نام مدارج الاخبار رکھا عہد شیر شاہ میں درجہ وزارت تک پہنچے

(۱۳) رسالۃ التسلیم   مولوی محمد سلیم مچھلی شہری م ۱۲۲۶ھ ابتدائی تعلیم مولوی علی کبیر مچھلی شہری سے اور تکمیل مولانا محمد شکور سے کی اور ملا رحمت اللہ کابلی سے بھی فیض حاصل کیا ملازمت سرکاری میں منصفی سے صدر الصدور تک پہنچے

(۱۴) سیرۃ الرسول (عربی) مؤلفہ مولوی کرامت علی صاحب دہلوی - جو مولانا شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کے شاگرد رشید تھے - ناصر الدین غفران منزل کے زمانے میں حیدرآباد آئے اور یہیں فوت ہو کر مدفون ہوئے، ان کی سیرۃ نہایت ضخیم کتاب ہے جو سیرۃ المحمدیہ کے نام سے چھپ گئی ہے - سیرۃ حلبیہ اور مواہب لدنیہ وغیرہا کی تلخیص ہے لیکن ان کا سنہ وفات معلوم نہ ہو سکا اور نہ اس وقت کوئی کتاب ہے جس کی طرف رجوع کیا جا سکے ۱۱۶۵ھ تک بقید حیات تھے اگر ان کی وفات ۱۲۷۳ھ کے قبل ہے تب تو یہ سیرۃ پاک استدراک میں آجاتی ہے ورنہ نہیں -

(۱۵) سیرت پر ایک رسالہ قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی کا بھی ہے جسے حضرت مرزا مظہر جانجاناں رحمۃ اللہ علیہ کی فرمائش سے تالیف کرکے ان کی خدمت میں گذارا تھا جسے حضرتؒ نے بہت پسند فرمایا -

---

[۱] حضرت قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتیؒ اور حضرت شاہ ولی اللہؒ و دیگر اکابر و اعاظم کو صاحب تراجم علمائے حدیث ہند مولوی ابو یحییٰ امام خاں صاحب نوشہروی نے اہل حدیث (غیر مقلد) ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی ہے (بقیہ حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

اب راقم الحروف ۱۸۵۷ء کے بعد کی بعض حدیثی تصنیفات کا ایک دھندلا سا خاکہ پیش کرنا چاہتا ہے تاکہ اس موضوع پر کام کرنے والوں کے لئے سنگ میل بن سکے، جامع اور مکمل فہرست نہیں ہے، بلکہ ما حضر پیش خدمت ہے۔

غدر ۱۸۵۷ء کے بعد ہندوستان میں ترجمہ بھی ہوا اور تصنیف بھی اور انکی دونوں کاموں کا شمار علمی خدمت میں تھا مگر ممالک اسلامیہ اور یورپ میں ان دونوں کاموں کے ساتھ ایک اہم علمی کام یہ بھی خیال کیا جاتا تھا کہ قدیم اور نایاب کتابیں جو اب تک غیر مطبوع ہیں ان کے متعدد نسخے ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر نکالے جائیں اور بعد از تصحیح و مطابقت طبع کرا کر شائع کیا جائے اس لحاظ سے ہندوستان تہی دامن تھا کچھ انفرادی کام ضرور ہوئے اور جس سے جو بن آیا کر گذرا مگر

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) اور اس سے زیادہ تعجب و افسوس اس پر ہے کہ علمائے احناف جواب دینے کے پیچھے پڑ گئے (چنانچہ مولانا ظفر احمد صاحب عثمانی نے اپنے سابق الذکر مضمون میں ایسا ہی کیا ہے) حضرت قاضی صاحب کی ایک مشہور عالم تصنیف مالابد منہ (فارسی) ہے جسے یگانہ و بیگانہ سب انھی کی طرف منسوب کرتے ہیں اس کے آخر میں ایک وصیت نامہ ہے اس میں قاضی صاحب اپنے آپ کو حنفی کہتے ہیں اصل عبارت ملاحظہ ہو۔

پٹنہ کے مشرقی کتب خانہ میں صحیح بخاری کا ایک نہایت اہم نسخہ ہے جو شاہ صاحب کی درسگاہ میں زیر درس رہا ہے اس پر شاہ صاحب کے دست خاص سے ایک تحریر ہے اس کتاب کے آخر میں حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں جس کا ترجمہ ذیل ہے۔

اس کو ولی اللہ بن عبدالرحیم بن وجیہ الدین بن معظم بن منصور بن احمد بن محمود نے اپنے ہاتھ سے لکھا جو نسبا عمری وطنا دہلوی عقیدۃ اشعری طریقۃ صوفی عملا حنفی اور تدریسا حنفی شافعی اور تفسیر و حدیث و فقہ و عربیت اور کلام کا خادم ہے سہ شنبہ ۲۳ رشوال ۱۱۵۹ھ

اس تحریر کے نیچے شاہ رفیع الدین صاحب کی یہ عبارت ہے۔ این خط والد بزرگوار است بے شبہ، کتبہ الفقیر محمد رفیع الدین۔ ع چیست یاران طریقت بعد ازیں تدبیر ما۔ اسی کتاب میں حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت شاہ عبدالغنی بن شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کا شاگرد بتایا ہے جو صحیح نہیں۔ یہ شاہ عبدالغنی صاحب انجاح الحاجۃ والے ہیں جن کا شاہ ولی اللہ صاحب کے خاندان سے کوئی نسلی اتصال نہیں ہے۔ نیز تفسیر موضح القرآن کو شاہ رفیع الدین صاحب کی تالیف بتایا ہے یہ بھی صحیح نہیں یہ شاہ عبدالقادر صاحب کی فیوضات ہے

موجودہ دور میں ایسے کاموں کی کوئی وقعت و اہمیت نہیں ۔ خدا جزائے خیر دے عماد الملک مرحوم، ملا عبد القیوم صاحب مرحوم اور مولانا انوار اللہ خاں صاحب مرحوم کو جنہوں نے دائرۃ المعارف کی بنیاد ڈال کر ایک اہم مذہبی و ملی فریضہ کو پورا کیا ۔ دائرۃ المعارف بلا شبہ ہندوستان کی عزت و آبرو اور مشرق میں اپنے طرز کی واحد علمی مجلس ہے جس نے عربی زبان کی قدیم تصنیفات کی حفاظت اور ان کی طبع و اشاعت کی ذمہ داری اپنے سر لے کر سینکڑوں قدیم ضخیم عربی کتابوں کو تلف و بربادی سے بچا کر ارباب علم کے ہاتھوں تک پہنچا دیا

و نیز مولانا رحیم الدین صاحب مفتی صدارت عالیہ حیدر آباد کی مساعی سے حیدر آباد ہی میں ایک اور مفید مجلس احیاء المعارف النعمانیہ قایم ہوئی ۔ جس کا مقصد یہ ہے کہ متقدمین ائمہ و علمائے احناف کی وہ تصنیفات جو دنیا کے مختلف کتاب خانوں میں قلمی موجود ہیں انھیں صحت اور خاص اہتمام سے شائع کیا جائے اور اسی طرح وہ مطبوعہ کتابیں جو نایاب ہو چکی ہیں ان کی اشاعت کا بھی اہتمام کیا جائے آخیر میں ایک اور علمی مجلس، مجلس علمی کے نام سے ڈابھیل ضلع سورت میں قایم ہوئی جس نے اپنی بساط کے بہت سی مفید علمی خدمات انجام دیں غرضیکہ مختلف ادارے قایم ہوئے ۔ کن کن کا نام لیا جائے ان سب کا نتیجہ یہ ہوا کہ ممالک اسلامیہ مجبور ہوئے کہ اس ہندوستان کو جس کی تحقیر و تذلیل میں اپنے نہیں شرماتے تھے ۔ صرف خراج عقیدت ہی پیش نہ کریں بلکہ یہ اعتراف کریں کہ فن حدیث صرف علمائے ہند کی بدولت زندہ ہے چنانچہ دنیائے اسلام کی نمائندہ ہستی علامہ سید رشید مصری مرحوم نے جب علامہ سید سلیمان ندوی صاحب کو خط لکھا تو اس میں بھی تذکرہ کیا کہ

"حدیث و رجال کی کتابیں جس قدر دائرۃ المعارف کے ذریعہ سے شائع ہو رہی ہیں تمام دنیائے اسلام اس کے لئے ہندوستان کی مرہون منت ہے [1]"

علامہ مرحوم نے مفتاح کنوز السنۃ کے مقدمہ میں بھی اس حقیقت کا اعتراف ان الفاظ

[1] معارف نمبر ۲ ج ۱۵ ص ۱۴۴

سے کیا کہ

ولولا عنایۃ اخواننا علماء الھند لعلوم الحدیث لقضی علیھا بالزوال

بعض مستشرقین کو یہ کام ایک آنکھ نہیں بھایا اور جب بھی ان کو بولنے کا موقع ملا ہندوستان اور ہندوستانیوں کی ہجو ہی کی چنانچہ مستشرقین کی بین الاقوامی موتمر کے اٹھارہویں اجلاس منعقدہ لاڈن ۷-۱۲ ستمبر ۱۹۳۱ء میں ڈاکٹر کرنکو نے انگریزی زبان میں ایک مقالہ جس کا موضوع "بعض کتب جن کی اشاعت ہندوستان میں زیر تجویز ہے" تھا پڑھا اس میں آپ نے فرمایا کہ

"ہندوستان میں لوگ زیادہ تر تصوف اس سے اتر کر فقہ کی کتابوں کی طرف مائل ہیں باقی علوم و فنون سے دلچسپی بہت کم ہے۔ دائرۃ المعارف والے بغیر اعراب و فہارس کے کتاب چھاپتے ہیں الدرر الکامنہ لابن حجر کی چار جلدیں وہاں چھپ گئی ہیں میں نے ان کا انڈکس تیار کیا تھا مگر دائرہ نے اپنی خوش فہمی سے فیصلہ کیا کہ بجائے انڈکس کے مولوی عبدالحئی صاحب مرحوم سابق ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ کی ایک کتاب بطور پانچویں جلد کے شائع کی جائے۔

علی گڈھ میں ایک مدت سے قانون مسعودی کی اشاعت کی تجویز در پیش ہے میں نے وہاں کے ایک صاحب کے ساتھ مل کر اس کام کو ہاتھ لگایا مگر ان کی نااہلیت یعنی انگریزی سے ناواقفیت کے سبب کچھ نتیجہ برآمد نہیں ہوا۔"[1]

ڈاکٹر صاحب کا یہ فرمانا کہ باقی علوم و فنون سے دلچسپی بہت کم ہے اس کا جواب ہندوستان ۱۹۳۱ء کے قبل سے عملاً دے رہا ہے اگر ڈاکٹر صاحب چشم پوشی فرمائیں تو ع

چشمۂ آفتاب را چہ گناہ

باقی رہی "درر کامنہ" والی بات اس بات کا نہایت معقول اور خوبصورت جواب ہندوستان نے یہ دیا کہ اس کی ترتیب حروف تہجی پر ہے اس لئے ایسی کتاب میں انڈکس

---

[1] معارف نمبر ۳ ج ۳۰

کا اضافہ فضول سا تھا اور اس سرمایہ کو کتاب مذکور کے استدراک و تکمیل میں صرف کیا تاکہ ہندوستان کا حصہ بھی اس آٹھویں صدی کی یادگار میں مناسب جگہ پاسکے[1]

ڈاکٹر صاحب موصوف کے محولہ بالا مضمون میں ایک کتاب ہیئت و ریاضی و جغرافیہ کی "قانون مسعودی" نامی کا بھی تذکرہ آیا ہے یہ وہ کتاب ہے جس کے متعلق علی گڈھ یونیورسٹی کی دیرینہ آرزو تھی کہ اس کو شائع کرے چنانچہ اس پر یونیورسٹی نے بے دریغ روپیہ صرف کیا اور سالہا سال محنت کی گئی۔ بالآخر بقول مولانا سید سلیمان صاحب ندوی یہ نتیجہ نکلا کہ

آں دفتر را گاؤ خورد آں گاؤ را قصاب برد

یعنی اصل قیمتی نسخہ ایک بوالہوس کی معرفت علی گڈھ سے برلن پہنچ گیا اور وہاں سے اس کا کچھ حصہ چھپ کر شائع ہوا[2]

ابھی یکم فروری ۵۳ء کو امام الہند حضرت مولانا ابوالکلام آزاد وزیر تعلیم حکومت ہند نیشنل لائبریری کلکتہ، کے افتتاح کے لئے تشریف لائے تھے۔ مولانا موصوف نے حسب دستور دلربا، نشاط انگیز، وجد آفریں خطبہ صدارت پڑھا۔ اسی خطبہ میں مولانا نے یہ کہانی سنائی کہ

"اس وقت میں ۱۶ سالہ نوجوان تھا، اور تعلیم سے فارغ ہوچکا تھا اور اپنے روایتی طریق تعلیم کے مطابق مختلف موضوعات پر طلبا کے ایک گروپ کو لیکچر دیا کرتا تھا اسی زمانہ میں سنا کہ بوہر کے جمع کردہ ذخیرۂ کتب میں البیرونی کی مشہور کتاب القانون کا ایک نادر نسخہ بھی شامل ہے۔

آگے چل کر پھر فرماتے ہیں۔

"میں اس مرحلہ پر ان لوگوں کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے لائبریری کو گرانقدر عطیے پیش کئے اس سلسلہ میں بوہر کے منشی صدرالدین کا نام سرفہرست ہے، منشی صاحب میر جعفر کے میر منشی

---

[1] معارف نمبر ۳ جلد ۳۰ [2] معارف نمبر ۳ جلد ۲۹

تھے اور شاہ عالم کے دربار میں بھی ایک امتیازی حیثیت رکھتے تھے لیکن ان کی یاد عہدہ کی وجہ سے نہیں بلکہ ان کے علمی شغف کی بنا پر تازہ رہے گی۔

"موصوف نے بوہر میں ایک کتب خانہ قائم کیا اور اس میں ہر طرح کی قیمتی کتابیں جمع کیں ان کے مجموعہ کتب میں البیرونی کی کتاب القانون کا ۱۲ ویں صدی کا ایک نسخہ بھی شامل ہے اس نسخہ پر فاضل خاں کی مہر ثبت ہے جو شاہجہاں کا امیر تھا اور بعد میں اورنگ زیب کا وزیر ہوا، اسی کتاب کے مطالعہ کے لئے مولانا ۱۶ برس کی عمر میں کتب خانہ تشریف لائے تھے لیکن جب مرزا فضل الدین احمد نے مرے واسطے پاس طلب کیا تو لائبریری اسسٹنٹ نے میری طرف دیکھا اور میری عمر پوچھی میں نے کہا ۱۶ سال۔ یہ سن کر اس نے اجازت دینے سے انکار کر دیا اور کہا کہ ۱۸ سال سے کم عمر لوگوں کو مطالعہ کی اجازت نہیں دی جا سکتی"

اسی لئے[1] مولانا نے خطبۂ صدارت کا عنوان ہی یہ قائم کیا کہ "۴۸ سال پہلے اس کتاب خانہ میں" مجھے داخل ہونے کی اجازت نہیں دی گئی تھی"

"آج میں سب کے واسطے اس کے دروازے کھول رہا ہوں" (الجمعیۃ ۲ فروری ۱۹۵۳ء)

کہنا یہ ہے کہ راقم الحروف کی جہاں تک ناقص معلومات و نیز ناظم کتب خانہ بوہر سے معلوم ہوا ان دونوں کا ماحصل یہ ہے کہ البیرونی کی القانون کبھی بھی نیشنل لائبریری کی زینت نہیں بنی ہے غالباً مولانا کو یہاں اختلاط ہوا اور یہ واقعہ یا تو ایشیاٹک سوسائٹی بنگال کا ہے یا پھر کسی دوسری کتاب کے ساتھ ایسا ہوا۔ ایشیاٹک سوسائٹی میں یہ کتاب تھی اور غالباً وہیں سے علی گڈھ پہنچی تھی۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم واحکم

---

[1] غالباً ۱۹۲۴ء یا ۱۹۲۵ء میں ٹیونس کے مشہور زعیم عبدالعزیز ثعلبی نامی ہندوستان تشریف لائے تھے ثعلبی صاحب نے زعمائے ہند سے مل کر اپنے تاثر کا اظہار مولانا عبدالمجید الحریری البنارسی سے کیا مولانا بنارسی فرماتے تھے کہ مولانا ابوالکلام آزاد صاحب کے متعلق ان کا تاثر یہ تھا کہ الفاظ کا بادشاہ۔ لفظوں سے کھیلنے والا انسان کلکتہ کے مشہور پنڈت بھگوان داس نے جب ثعلبی صاحب سے ملنے کی خواہش کا اظہار کیا تو صرف پانچ منٹ وقت دیا لیکن جب ملے تو پھر ۱۸ گھنٹے مسلسل بات چیت ہوتی رہی۔